سیما نور
پی۔ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اردو اسلامیہ کالج پشاور۔
پروفیسر ڈاکٹر محمد عباس
پروفیسر شعبہ اردو اسلامیہ کالج پشاور۔

# مجید امجد کی شاعری پر جنگ 1965 اور 1971 کے اثرات

**Seema Noor**
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Islamia College, Peshawar.
**Prof. Dr. Muhammad Abbas**
Professor, Department of Urdu, Islamia College, Peshawar.

## The Effects of the 1965 and 1971 Wars on MajeedAmjad'sPoetry

The literature of 1965 and 1971 is a glimpse of the era that was created between the various political, social, national and psychological conditions that took place. In addition to the stimuli seen in the literature of this era, there are also military, political and economic elements behind it. Poets like MajeedAmjad have reflected the turmoil of their era and environment in their poems. Because they consciously and unconsciously felt the psychological conflict of their environment.MajeedAmjad teaches peace and love in his poetry. This article provides a brief overview of the effects of the 1965 war and the fall of Dhaka on MajeedAmjad's poetry.

**Key Words**:*Literature, Glimpse, Political Social, MajeedAmjad, Poetry.*

ادب اور فنکار زندگی کے ارتقاء کے ساتھ سفر کرتے ہیں لیکن اپنے تاریخی ماحول سے دور نہیں جاسکتے۔ فنکار کی تخلیق نہ صرف سماجی حالات کی سچی عکاسی کرتی ہے بلکہ زندگی اور انسانیت کی نقاد بھی ہوتی ہے۔ فنکار جمود کو توڑ کر انسان کو جدوجہد، سوز و تڑپ عطاء کرتا ہے۔ وہ وقت اور حالات کے نشیب و فراز، عروج و زوال، خوشی و غم، کامیابی، ناکامی کے ساتھ دوڑتا ہے۔

ہر نئے ہنگامے، انقلاب، تغیر، سیاست، افراتفری جنگی حالات و نتائج سے فنکار متاثر ہوتے ہیں۔ شعرا و ادبا اپنے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی ماحول کو گہرائی سے محسوس کرتے ہیں۔ جنگی ماحول میں وہ اپنے معاشرے کا جو

تصور پیش کرتے ہیں وہ عوام کے جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب معاشرہ جنگوں سے دوچار ہوتا ہے چاہے وہ مختصر ہوں یا طویل، غربت، بے روزگاری، معاشی بدحالی کا شکار تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی اس کا براہ راست اثر ادب پر بھی پڑتا ہے۔

زندگی کے نشیب و فراز کو جس قدر خوبصورتی کے ساتھ ادب نے تخلیق کے دائرے میں اُتارا ہے اس کی مثال دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں نہیں ملتی۔ ارادی یا غیر ارادی دونوں صورتوں میں مختلف حالات میں عظیم ادب تخلیق ہوا ہے۔ ادب کی بعض اصناف ارادے کی متقاضی ہوتی ہیں۔ جیسے نثری اصناف مثلاً ناول، افسانہ، سوانح عمری، وغیرہ۔ جہاں بلاشبہ تخلیقیکرب کار فرما ہوتا ہے لیکن اس میں ارادے کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس شاعری ایک ایسی صنف ہے جس کا تعلق بعض اوقات واقعہ کے فی الفور رونما ہونے سے ہوتا ہے۔ جس سے شاعری میں بڑے تاریخی واقعات محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح دیگر تاریخی سانحات، جنگیں، قوموں کا عروج و زوال بھی شاعری کے ذریعے نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے۔ چونکہ ہر صنف ادب اپنے عہد کی عکاسی کرتی ہے اور ہر عہد اپنے ساتھ شاعری اور ادب کی نئی تفہیم لے کر آتا ہے۔

شاعری کو کسی عہد تک محدود کرنا معقول بات نہیں ہے۔ شاعر سامنے کے منظر کو دیکھ کر ماضی اور مستقبل کا بھی احاطہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک زندگی سے متعلق ہر مثبت و منفی رویہ گردش حالات کا تسلسل ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ سامنے کی تصویر کو نگاہ میں رکھ کر اس میں ماضی اور مستقبل کے رنگ بھر تا رہتا ہے جو حالات کی ترجمانی بھی ہوتی ہے اور اس کے تاریخی شعور اور مستقبل بینی کا وصف بھی اس میں جھلکتا ہے۔ شاعر حضرات چونکہ دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ ان کے لئے جذبات کو اظہار میں لانا لازمی امر بن جاتا ہے۔

مجید امجد کا شمار بھی ان شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے جنگ 1965 اور 1971 کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کی شاعری میں جنگوں کی ہولناکیاں اور اس سے پیدا ہونے والی صورتحال کی نفسیاتی کیفیت نظر آتی ہے۔ آپ کی شاعری میں شہیدوں سے والہانہ الفت کا اظہار اور جوان سپاہیوں کے لئے دل میں احترام اور محبت کا جذبہ بھی ہے۔

مجید امجد اردو شاعری میں اپنا نام و مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا اپنا نام عبدالمجید اور امجد تخلص تھا۔ مجید امجد کو شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا۔ غزل کی نسبت نظم سے زیادہ شغف تھا۔ وہ بنیادی طور پر نظم کے شاعر تھے۔ انہوں

نے فطری اور حقیقی موضوعات پر نظمیں لکھ کر اردو ادب کا دامن بھرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اُن کے ہاں نظموں میں ماحولیات کی بھی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ مجید امجد نے بھی اس جنگی کٹھن دورانیہ میں کئی نظمیں تخلیق کیں۔ اُن کی حب الوطنی اپنی جگہ، لیکن جنگ کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں اُن کے ہاں جس انداز میں ملتی ہیں شاذو نادر ہی کسی دوسرے شاعر کے ہاں پائی جاتی ہوں گی۔

انہوں نے اپنی نظموں میں ایسی فضا قائم کی کہ قاری ناظر بن کر آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جنگ کے درد و کرب کو جس طرح میدانِ جنگ کے سپاہی محسوس کرتے ہیں مجید امجد نے اپنی نظموں بھی وہی سماں پیدا کیا۔ سپاہی اپنی آرائش و راحت کی زندگی کو چھوڑ کر جس جاں فشانی سے میدان جنگ میں لڑتے ہیں، مجید امجد نے اُن جذبوں کی عکاسی اپنی نظم "سپاہی" میں کی ہے۔

"سپاہی"

تم اس وقت کیا تھے؟　　　تمہارے محلوں، تمہارے گھروں میں تو سب کچھ تھا
آسائشیں بھی، وسیلے بھی　　　سبھی کچھ تمہارے تصرف میں تھا، زندگی کا ہر اک آسرا بھی
کڑے بام و در بھی، خزانے بھی، در بھی، چمن بھی، ثمر بھی
مگر تم خود اس وقت کیا تھے　　　تمہاری نگاہوں میں دنیا دھوئیں کا بھنور تھی
جب اڑتی ہلاکت کے شہپر تمہارے سروں پر سے گزرے
تمہاری نگاہوں میں دنیا دھوئیں کا بھنور تھی اگر اس مقدس زمیں پر مرا خون نہ بہتا
اگر دشمنوں کے گرانڈیل ٹینکوں کے نیچے مری کڑکڑاتی ہوئی ہڈیاں خندقوں میں نہ ہوتیں تو دوزخ کے شعلے
تمہارے معطر گھروندوں کی دہلیز پر تھے تمہارے ہر اک بیش قیمت اثاثے کی قیمت
اسی سرخ مٹی سے ہے جس میں میرا لہو رچ گیا ہے [1]

مجید احمد کی اسی رزمیہ انداز کی بارے سے قاسم یعقوب لکھتے ہیں:

"مجید امجد کی رزمیہ نظموں کی خوبی یہ ہے کہ وہ شاعرانہ محاسن کو پوری آب و تاب کے ساتھ لو دیتی ہیں۔ ان کی شعری کرامت ان کے نظریاتی اقدار کے ساتھ مل کر تخلیق ہوتی ہے۔ 1965ء کی جنگ کے پسِ منظر میں ابھرنے والی بیشتر شاعری جذباتی غیر

متعین کیفیت کا شکار رہی۔ مگر بڑے آرٹسٹ کا کمال یہی ہوتا ہے کہ وہ واقعاتی وہنگامی حالات کی عکاسی بھی ایسے کرتا ہے کہ وہ فن پارہ بن کر امر ہو جاتا ہے"(2)

مجید امجد کے مجموعے "امروز" کی جو نظمیں ہیں اُن میں کثرت اُن نظموں کی ہے جو 1965ء کے قریب لکھی گئیں۔ اُن کی کلیات کو خواجہ محمد زکریا نے مرتب کیا جس میں اُن کے ساری مجموعے بھی اکٹھے کئے اور جنگ 1965ء کی مناسبت سے ساری نظمیں بھی اکٹھی کی گئیں، جس میں "صدائے رفتگاں"، "خطہ پاک" اور "سپاہی" سر فہرست ہیں۔ اُن کی نظم "خطہ پاک" میں حب الوطنی کا جذبہ بھی ہے اور ساتھ میں تفاخر بھی سپاہی اپنی سرحدوں کی رکھوالی میں جذبہ اور ولولہ کے ساتھ ساتھ ایک اندازِ تفاخر بھی رکھتے ہیں۔ اپنی مقدس سرحدوں کی حفاظت کے جو سپنے ہیں۔ مجید امجد کے نزدیک اُن میں ظفر مندی اور کامیابی کے آثار واضح طور پر نظر آرہے ہیں۔ نظم ملاحظہ ہو:

"خطہ پاک"
خطہء پاک تیرے نامِ دل آرا کی قسم
کتنے سچے ہیں، سجیلے ہیں، جیالے ہیں وہ دل
جاگتی، جیتی، زرہ پوش، چٹانوں کے وہ دل
جن کے مواج لہو کا سیلاب
تیری سرحد کی طرف بڑھتی ہوئی آگ سے ٹکرایا ہے
دیکھتے دیکھتے بارود کی دیوار گری
ہٹ گئے دشمن کے قدم
خندقیں اٹ گئیں شعلوں سے۔۔۔۔ مگر ہائے وہ دل
زندہ۔۔۔۔ ناقابل تسخیر۔۔۔۔۔ عظیم!(3)

یہ جنگ اس وجہ سے بھی خطرناک تھی کہ بحری، بری اور فضائیہ کی افواج بیک وقت جنگ میں تھیں۔ ہماری شاعری میں فضائی جوانوں کے لئے بھی خراجِ تحسین اور داد و ہش کی نظمیں کہی گئیں۔ کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ فضائیہ نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے احمد ریاض الہدیٰ لکھتے ہیں:

پاکستانی فضائیہ کی برتری کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ سرحد سے دور دس میل کے فاصلے پر موجود ہوائی اڈہ بالکل محفوظ رہا"[4]

اسی والہانہ محبت اور ہمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شعراء کرام نے وطن کے ہوا باز جوانوں کو بھی سراہا۔ مجید امجد نے سانحہ سقوطِ ڈھاکہ اور جنگ کو گھر کا مسئلہ سمجھ کر دیکھا۔ ان کی ذاتی زندگی بھی دکھ درد اور تنہائی کا مجموعہ تھی اور اوپر سے قوم کے اس سانحے نے انہیں مزید بے حال کر دیا۔ وطن ہر شخص کے لیے گھر جیسا ہی ہوتا ہے۔ اس لیے مجید امجد بھی اسے گھر ہی سمجھتے ہیں۔ جنگ کے دوران قریباً ایک لاکھ سپاہی جو بھارت کی قید میں آ گئے وہ ہمارے ہی جوان تھے۔ ان کی وجہ سے ہمارے ہی گھروں کے دیئے بجھ چکے تھے۔ مجید امجد کی نظم "ریڈیو پر ایک قیدی" اُس قیدی کی داستان ہے جو لڑتے لڑتے تھک گیا ہے اور اب دشمنوں کی قید میں ہے لیکن قید کے باوجود وہ ہمت کا ثبوت دے رہا ہے جبکہ دوسری طرف مجید امجد اُن قیدیوں کی زندگی کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنی موت کا اعلان کر رہے ہیں کہ آپ قیدیوں کی وجہ سے ہم اس چمکیلی زندگی میں زندہ تھے مگر آپ کا فراق ہماری موت سے کم نہیں۔

"ریڈیو پر ایک قیدی" آج کی اصطلاح میں "فون پر ایک قیدی" کی مانند ہے۔ ملاحظہ ہو:

"ریڈیو پر ایک قیدی"

ریڈیو پر اک قیدی مجھ سے کہتا ہے
میں سلامت ہوں
سنتے ہو۔۔۔۔۔ میں سلامت ہوں
بھائی۔۔۔ تو یہ کس سے مخاطب ہے
ہم کب زندہ ہیں
اپنی اس چمکیلی زندگی کیلئے تیری مقدس زندگی کا یوں سودا کر کے
کب کے مر بھی چکے ہیں
ہم اس قبرستان میں ہیں
ہم اپنی قبروں سے باہر بھی نہیں جھانکتے
ہم کیا جانیں

کس طرح ان پر باہر تیری دکھی پکاروں کے یہ ماتمی دیئے روشن ہیں
جن کے اجالوں میں اب دنیا ان لوحوں پہ ہمارے ناموں کو پہچان رہی ہے (5)

1971ء کے حوالے سے مجید امجد کی نظموں میں تاسف اور پریشانی ہے۔ اپنے جوانوں کا صدمہ اُن کے دل کی بہار کو ختم کر چکا ہے۔ 65ء کی جنگ میں مجید امجد کو جس طرح احساسِ تفاخر تھا۔ اب اُس سے کہیں زیادہ احساسِ تاسف تھا۔ جنگ کے دوران اُن کی لکھی ہوئی نظم "اے قوم" میں پوری قوم کا دم گھٹ رہا ہے۔ چنانچہ مجید امجد کہتے ہیں:

اے قوم!
پھولوں میں سانس لے کہ برستے بموں میں جی
اب اپنی زندگی کے مقدس غموں میں جی
وہ مائیں جن کے لال لہو میں نہا گئے
صدیوں اب اُن کے آنسوؤں، اکھڑے دموں میں جی
جب تک نہ تیری فتح کی فجریں طلوع ہوں
بارود سے اٹی ہوئی ان شبنموں میں جی
ان آبناؤں سے ابھر، ان ساحلوں پہ لڑ
ان جنگلوں میں جاگ اور ان دمدموں میں جی
پیڑوں سے مورچے میں جو تجھ کو سنائی دیں
آزاد ہم فقیروں کے ان زمزموں میں جی
اک آگ بن کے پوربوں اور پچھموں میں جی (6)

غم صوفیاء کرام کے نزدیک انسان کی آزمائش کا عمل ہوتا ہے اور اگر حالت ایسی آجائے کہ شہداء کے اجسام سامنے ہوں تو اُس غم کی کیفیت کیسی ہوگی۔ مجید امجد نے اس کو مقدس غم سے تعبیر کیا ہے۔ مجید امجد ویسے تو نظم کے شاعر ہیں لیکن انہوں نے اس سانحے کے دوران غزل میں بھی اپنا مافی الضمیر بخوبی بیان کیا ہے:

"غزل"
جنگ بھی، تیر ادھیان بھی، ہم بھی

سائرن بھی اذان بھی، ہم بھی
سب تیری ہی اماں میں شب بیدار
مورچے بھی مکاں بھی، ہم بھی
تیری منشاؤں کے محاذ پہ ہیں
چھاؤنی کے جوان بھی ہم بھی
دیکھنے والے یہ نظارا بھی دیکھ
عزم بھی امتحان بھی ہم بھی
اک عجب اعتماد سینوں میں
فتح کا یہ نشان بھی ہم بھی
تُو بھی اور تیری نصرتوں کے ساتھ
شہر میں ٹکا خان بھی ہم بھی (7)

یہ غزل جنگ کے دوران تخلیق ہوئی۔ اس لئے اس غزل کا مخاطب بھی وطن ہے۔ اور "ہم بھی" ردیف سے مراد اہلِ قلم بھی ہیں اور پوری قوم بھی۔

اردو شاعری نے ہر دور میں معاشرتی احساسات اور جذبات کی ایسی فطری انداز میں ترجمانی کی ہے کہ رزم و بزم دونوں کیفیات اس میں شامل ہیں۔ اس نے اپنے ماحول میں ابھرنے والی تحریکوں، جنگوں اور پر آشوب تاریخی حوالوں کا مرقع اپنے اندر سمویا ہے جو اردو نثر اور شاعری کو تاریخی حوالوں سے بھی اہم بناتا ہے۔ اس میں سیاسی و عسکری غلطیوں اور ناکامیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ جس سے بحیثیت قوم ہمیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ایک حساس شاعر ہونے کے ناتے م جید امجد نے نہ صرف اپنی ذات کی تصویر اپنی شاعری کے سپرد کی ہے بلکہ 65 اور 71 کی جنگوں کے وہ روپ بھی قوم کے حوالے کیے ہیں جو بلاشبہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

## حوالہ جات


1. جنگ ترنگ، منتخب منظومات، شان الحق حقی، مرتب ادارہ مطبوعات پاکستان، سن اشاعت 1967 ص155
2. قاسم یعقوب، اردو شاعری پر جنگوں کے اثرات، مثال پبلشرز، فیصل آباد، صفحہ 110
3. کلیات مجید امجد، مرتب ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریہ، فرید بک ڈپو دہلی، 2011 ص438
4. احمد ریاض الہندی، تاریخ پاکستان 1974 تا 1990، علمی کتب خانہ لاہور، ص674-675
5. کلیات مجید امجد، مرتب ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، فرید بک ڈپو دہلی، سن اشاعت 2011 ص128
6. ایضاً/ ص625
7. ایضاً/ ص624